ایران وجہان اسلام

امریکہ اور لیبیا کے تعلقات پر ایک نظر

گذشتہ چند مہینوں اور ہفتوں میں ایسی بہت سی خبریں اور اطلاعات دنیا کے تمام ذرائع ابلاغ نے نشر و شائع کی ہیں جنمیں امریکہ کی جانب سے لیبیا کو متعدد بار دھمکی دی گئی ہے جیسا کہ اخبارات و رسائل سے معلوم ہوا ہے کہ ان دھمکیوں کا اصل سبب وہ حادثات و واقعات ہیں جو مسلسل روم اور ویانا میں اسرائیل کی ایل ایل (L.L) نامی ہوائی جہاز کمپنی کے نمائندہ دفاتر (AGINCIES) کے سامنے رونما ہوئے جن میں ۱۹ افراد مارے گئے اور بہت سے زخمی ہوئے اسی طرح دنیا کے بعض اخبارات و رسائل اور کچھ مغربی سفارتی ذرائع نے لیبیا پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ ان لوگوں کی پشت پناہی کر رہا ہے جنہوں نے اٹلی کا بحری جہاز اکیلہ لارو اغوا کیا ہے۔ مذکورہ جہاز گذشتہ سال نومبر میں اغوا کیا گیا تھا اور اسی بنا پر ریاستہائے متحدہ امریکہ نے گذشتہ چند ہفتوں میں بغیر کسی توقف کے لگاتار لیبیا کو ہوائی حملوں کے ذریعے دھمکیاں دیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں کچھ یورپی حکومتوں نے واشنگٹن کے اس اقدام کی حمایت بھی کی اور اس کے مقابل دنیا کے اکثر ممالک نیز تیسری دنیا کے تمام ممالک نے اعلان کیا ہے کہ اگر باہر سے کوئی بھی حملہ ہوگا تو وہ لیبیا کی حمایت کریں گے۔

اگر قاعدہ یہی ہے کہ کوئی بھی مسلح گروہ دنیا میں کہیں بھی لوگوں پر حملہ آور ہو تو اس کے اس عمل کو فوجی تجاوز قرار دیا جائے اور وہ اپنے حق میں جو بھی توجیہہ پیش کرے اسکے عوض بطور جرمانہ اس پر اقتصادی بار ڈالا جائے تو امریکہ کو چاہیئے کہ وہ کم از کم دو ملکوں یعنی اسرائیل اور جنوبی افریقہ کو زیادہ سے زیادہ سزا کا مستحق قرار دے کیونکہ یہ دونوں ہی ملک مختلف گروہوں کو منظم کرنے، انھیں ترتیب دینے اور اسلحہ فراہم کرنے میں ید طولیٰ رکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے اس عمل سے وسیع پیمانے پر اپنے ہی بے گناہ شہریوں کیلئے سرکاری سطح پر دہشت پسندی کے ماحول کو ہوا دے رکھی ہے۔

روم اور ویانا کے ہوائی اڈوں پر جو واقعہ رونما ہوا وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے ایسا منفرد تھا کہ گذشتہ دور میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور اس حادثے میں لیبیا یا کسی دوسرے ملک کے دخل انداز ہونے کی کوئی معقول وجہ بھی نہیں نظر آتی۔ لیکن لبنان و جنوبی افریقہ، اسرائیل اور جنوبی افریقہ جیسی دو نسل پرست حکومتوں کے دہشت پسندانہ روش کا تختۂ مشق بنے رہے ہیں اگر ان دو ملکوں کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو وہ خونریزی، دہشت پسندی غارت گری دردناک قتل عام اور لرزا دینے والے واقعات سے پُر نظر آئے گی۔ چنانچہ جو حادثات وہاں رونما ہوئے ہیں ان سے امریکہ بھی انکار نہیں کر سکتا۔

انہی واقعات کے سلسلے میں دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امریکیوں کی ان ممالک پر فوج کشی جن کی سرحدیں ان کے ملک سے کوسوں دور ہیں، سمندروں پر قبضہ، دنیا کے دور دراز مقامات پر ہوائی جہازوں پر مشتمل بحری بیڑا بھیجنا، باغیانہ اقدامات میں دخل انداز ہونا، فوجی بغاوتوں میں حصّہ لینا، بغاوتوں کے منصوبے تیار کرنا، دنیا کے مختلف ممالک اپنے تخریب کار عناصر کو سرگرم عمل رکھنا اور ان ممالک میں جن کی حکومتیں مادّہ پرستی اور ایوانِ سفید کی توسیع پسندانہ روش کی مخالف ہیں۔ انقلاب دشمن گروہوں کو تقویت دینا کیا دہشت پسندی نہیں ہے؟ گرناڈا جیسے چھوٹے سے جزیرے پر حملہ آور ہونا اور اس پر یہ کہہ کر قبضہ کر لینا کہ اس کے علاوہ کوئی راہِ حل نہیں، کیا دہشت پسندی کو فروغ دینے کے مترادف نہیں؟

یہ ایک یکطرفہ واقعیت ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی دوسری جانب بھی مزید غور و فکر

کی ضرورت ہے۔

لیبیا اور امریکہ کے تعلقات میں جو بحران آیا ہے اور دونوں ملکوں کی حکومتوں میں جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کا ہماری رائے میں زیادہ گہرائی اور مزید دقتِ نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد ہی تجزیہ اور اس کی اصل ہیئت کا اندازہ لگایا جانا چاہیئے۔ آج تمام غیر جانبدار اہلِ سیاست، کل بین الاقوامی مبصرین اور سب ہی عالمی سیاست کے ماہرین یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ لیبیا اور امریکہ کے اختلافات ان مسائل پر نہیں جنھیں مغربی نیز صیہونی اخبارات و رسائل پیش کر رہے ہیں اور جن کے بارے میں دنیا کی چھوٹی اقوام کو بتایا جا رہا ہے بلکہ امرِ واقعی یہ ہے کہ اصولی طور پر امریکی ہر اس حکومت کے مخالف ہیں جو ایوانِ سفید کے آقاؤں کا طوق غلامی پہننے اور بندگی کا جوا اپنے کندھوں پر رکھنے کے لئے تیار نہیں۔

یہ ایک امر مسلّمہ ہے کہ ایسی حکومت اگر شمالی افریقہ جیسے فوجی نقطۂ نظر سے اہم و حساس منطقے میں واقع ہو تو وہ دوسری حکومتوں کے مقابلے میں امریکیوں کے غیظ و غضب کا سب سے زیادہ نشانہ بنے گی۔ ۱۹۶۹ء میں کرنل قذافی نے لیبیا کی زمام حکومت اپنے ہاتھوں میں سنبھالی، انھیں برسرِ اقتدار آئے سولہ سال کا ہی عرصہ گذرا ہے لیکن اس تمام مدت میں اس وقت سے آج تک لیبیا سیاسی و فوجی دھمکیوں اور امریکہ اور اس سے وابستہ مغربی ممالک کی اقتصادی ناکہ بندی کا شکار ہوتا چلا آرہا ہے تقریباً ۱۹۷۵ء میں لیبیا نے امریکیوں اور انگریزوں کی تمام فوجی اساس گاہوں کا خاتمہ کرنے، تیل کی کمپنیوں کو قومی ملکیت قرار دینے اور تمام مغربی ماہرین کو ملک سے باہر نکال دینے کے اقدامات کئے۔ درحقیقت یہ اقدام ہی امریکی حکومت کے ساتھ اختلاف کا سنگ بنیاد ثابت ہوا۔ اس بنا پر امریکہ اور لیبیا کے درمیان جو تضاد پایا جاتا ہے اس کا اصل سبب کرنل قذافی کے استقلال پسندانہ اقدامات میں تلاش کرنا چاہیئے۔ لیبیا میں قذافی کی حکومت کے برسرِ اقتدار آنے کیساتھ ہی شمالی افریقہ میں یہ ملک امریکہ کی توسیع پسندانہ حکمتِ عملی کی مخالفت کا مرکز بن چکا ہے چنانچہ سادات کا سفر مقبوضہ فلسطین اور کیمپ ڈیوڈ (CAMP DAVID) جیسا شرمناک معاہدہ ایسے واقعات ہیں جنہوں نے واضح کر دیا ہے کہ شمالی افریقہ میں امریکہ کی حکمتِ عملی اور حکومت لیبیا کے درمیان اختلافات کی خلیج وسیع ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ان دونوں حکومتوں کا یہ تصادم لیبیا کی سرحدوں کے باہر اسکے ہمسایہ ممالک کے لئے کشیدگی و تنازعہ کا باعث بنا ہوا ہے۔ چنانچہ ۱۹۷۷ء میں مصر اور لیبیا کی فوجوں کا ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہو جانا اس تصادم و اختلاف کی ایک نمایاں دلیل ہے۔

کرنل قذافی کی حکومت کے خلاف امریکیوں کا غیظ و غضب اس وقت اپنے اوج پر پہنچا جبکہ لیبیا کی حکومت نے ۱۹۸۰ء میں طرابلس میں واقع امریکہ کے جاسوسی کے اڈّے کو معطل کر دیا اور وہ امریکی جاسوس جو وہاں سرگرم عمل تھے انھیں ملک سے باہر نکال دیا۔ لیبیا نے اپنے اس اقدام کے ساتھ ہی ایسے دوسرے بہت سے کام بھی انجام دیئے جو امریکیوں اور اس سے وابستہ مغربی ممالک کے مفاد کے قطعی منافی تھے انہی میں سے ایک اقدام یہ بھی تھا کہ اس نے اسی سال امریکہ اور مغربی یورپ کے ممالک کی اس بنا پر مذمت کی کہ وہ عراق کی صیہونی بعثی حکومت کی جانب سے مسلط کردہ جنگ کی حمایت کر رہے تھے چنانچہ اس نے بعثی حکومت کے تجاوز کارانہ رویے کی مخالفت کرتے ہوئے حکومتِ جمہوری اسلامی ایران کی حمایت و پشتیبانی بھی کی۔ اس کے بعد اس نے ۱۹۸۱ء میں گرگونی ووڈیہ کی حمایت کی خاطر اپنی فوجیں سرزمین افریقہ کے ملک چاڈ میں روانہ کیں تاکہ وہ "حسن بابرہ" کے ان زرخرید نوکروں سے جنگ کر سکیں جنھیں فرانسیسی فوج کی حمایت حاصل تھی۔ اسی سال بحرروم میں امریکہ اور لیبیا کا فضائی تصادم ہوا جس میں ایک ہوائی جہاز امریکہ کا اور دو لیبیا کے سرنگوں ہوئے نیز اسی سال اکسن نامی تیل کی کمپنی کے تمام ماہرین نے لیبیا میں کام کرنے سے انکار کر دیا اور اس ملک سے باہر چلے گئے چنانچہ جمہوری اسلامی ایران کے ماہرین نے ان کی جگہ رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کر دیں۔

ان شواہد کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ اور لیبیا کے اختلافات سطحی نہیں بلکہ اس سے بہت گہرے ہیں جتنے بین الاقوامی حلقے ظاہر کرتے ہیں اس وقت دونوں ملکوں کے درمیان جو بحران چلا آرہا ہے اس کے لئے اگر راہِ حل تلاش کرنا منظور ہو تو ہمیں ایوانِ سفید میں بیٹھے زمامداران حکومت کے تجاوز کارانہ اور جنگجویانہ رویّے کو نظر انداز نہیں کر دینا چاہیئے

امریکیوں کو چاہیئے کہ وہ یہ بات ہرگز فراموش نہ کریں کہ قرونِ وسطیٰ کا دہشت گردی اور بربریت کا دور ختم ہو چکا ہے آج دنیا کی تمام اقوام گذشتہ ہر دور کے مقابلے میں اپنے حالات کو بہتر طور پر سمجھتی ہیں اور اب وہ اس قابل ہیں کہ اپنی سرنوشت کو اپنے ہاتھوں سے متعین کر سکیں۔

یہ اٹھارویں یا انیسویں صدی نہیں اور یہ وہ زمانہ نہیں کہ برطانیہ فرانس یا پرتگال کے شہنشاہ پرپال یا کوپال نے جنگی بیڑہ بھیج کر کسی ملک کی سرنوشت کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ آج کے عہد میں اور اُس دور میں بہت بڑا بنیادی فرق ہے۔ موجودہ صدی اقوام کے شعور اور انکی بیداری کی صدی ہے اس صدی میں آزادی کی تحریکیں منظر عام پر آچکی ہیں اور اسی لئے کنگسٹر رگن کی حکومت کو یہ جان لینا چاہیئے کہ اب وہ کس دور اور کس صدی میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔

جنگ میں کیمیاوی اسلحہ کے استعمال کئے جانے کے باعث پاکستان اور واٹیکن کی جانب سے عراق کی مذمت

خبرگذاری جمہوری اسلامی ایران کی اطلاع کے مطابق: جب سے خلیج فارس کی جنگ شروع ہوئی ہے۔ اس وقت سے ابتک پاکستان نے پہلی مرتبہ عراق کو براہ راست اپنی تنقید کا نشانہ اس بنا پر بنایا ہے کہ اس نے ایرانی افواج کے خلاف کیمیاوی اسلحہ استعمال کیا ہے۔

اسلام آباد میں وزارت خارجہ پاکستان کے ایک نمائندے نے کہا ہے کہ:

اقوام متحدہ کی تنظیم نے ماہرین کی جس جماعت کا تقرر کیا ہے اور اس نے تحقیق و تفتیش کی بعد جو نتائج پیش کئے ہیں ان کے باعث اس کے ملک کی حکومت کو عراق کے اس اقدام سے بہت زیادہ تشویش ہے۔ موصوف نے مزید کہا کہ ۱۹۲۵ء میں جنیوا عہدنامے میں اعلان کیا گیا تھا کہ اس قسم کے ہر اسلحہ کا استعمال ممنوع قرار دے دیا گیا ہے مگر عراق نے چونکہ اس عہدنامے کی خلاف ورزی کی ہے اس لئے حکومت پاکستان کو اسکا سخت افسوس ہے۔

وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا: اگر غیظ و غضب کا طریقہ اختیار کیا جائے اور انسانی قوانین اور فرائض پر بار بار حملے کئے جائیں تو گفت و شنید کے ذریعے جو حل نکل سکتا ہے اس کی راہ میں مزید دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ وزارت خارجہ کے ترجمان نے مشورہ دیا کہ دونوں حریف ممالک کو چاہیئے کہ وہ اپنے لئے انسانیت سے متعلق اسلامی احکامات بین الاقوامی حقوق اور عدل و انصاف کو اپنے سامنے بطور نمونہ رکھیں۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستان نے خلیج فارس کی جنگ میں ہمیشہ اپنی لاتعلقی کا اظہار کیا۔ اُسنے اس جنگ کو برادرکشی سے تعبیر کیا اور تمام اسلامی ممالک میں اس نے ثالثی کی خدمت انجام دینے کے لئے سب سے زیادہ فعّال کردار ادا کیا ہے۔

واٹیکن نے بھی عراق کی مذمت کی

خبرگذاری جمہوری اسلامی نے روم سے اٹلی کی نیوز ایجنسی انسا کے حوالے سے یہ اطلاع دی ہے کہ واٹیکن کے سرکاری نقیب روزنامہ اخبار "اسرو ینور رمنو" نے ہفتے کے دن شائع ہونے والے شمارے میں ایک مضمون سپرد قلم کیا ہے جس میں عراق کی اس بنا پر مذمت کی گئی ہے کہ اس نے کئی مرتبہ ایرانی افواج کے خلاف کیمیاوی اسلحہ استعمال کیا ہے۔

مذکورہ نیوز ایجنسی نے مزید کہا ہے کہ اس مضمون کے اندراج میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ ایران و عراق کی جنگ میں جس وحشی پن کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اور خاص طور پر اس میں جس طرح کیمیاوی اسلحہ کا استعمال ہو رہا ہے نیز جس کی تصدیق اقوام متحدہ کی تنظیم نے کر دی اس کو دیکھتے ہوئے اب عیسائی دنیا اپنی نفرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اس روزنامہ اخبار نے اس امر کیجانب بھی اشارہ کیا ہے کہ اقوام متحدہ کی جانب سے جو تحقیقاتی وفد اس بات کی تفتیش کرنے کیلئے گیا تھا کہ آیا عراق نے کیمیاوی اسلحہ استعمال کیا ہے یا نہیں، اس نے یہ اطلاع دی ہے کہ عراق نے ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ بار بار ایران کی رزم آزما فوج کے خلاف کیمیاوی اسلحہ کا استعمال کیا ہے۔ ●

"ہم محاذ جنگ پر جانے کیلئے آمادہ ہیں"

حوزہ علمیہ قم کے علماء اور طلاب کی جانب سے اعلان

قم۔ تمام افواج کے فرماندار کل امام خمینی نے جب یہ بہت اہم فرمان صادر فرمایا کہ امت حزب اللہ جماعت کے اراکین مزید وسیع پیمانے پر اس محاذ جنگ پر جمع ہوں جہاں حق۔ باطل کے خلاف نبرد آزما ہے اور محاذ جنگ کی پشت پر صف اوّل کی سپاہ کو تقویت پہونچانے کی غرض سے موجود رہیں تو حضرت امام کے اس فرمان کی پیروی کرتے ہوئے حوزۂ علمیۂ قم کے جامعۂ مدرسین نے ایک اعلان جاری کیا جس میں اس امر کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس حوزۂ علمیۂ کے علماء اور طلاب محاذ جنگ پر جانے کے لیے تیار ہیں۔

اس اعلان میں کہا گیا ہے :۔

دین اسلام کے اعلیٰ مقاصد اور اسلامی انقلاب کے عظیم رہبر کے عزائم کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے حوزۂ علمیۂ قم کی مجلس انتظامیہ نے حضرت آیت اللہ فاضل کی نگرانی میں یہاں کے ذمہ دار افراد کے تعاون سے ارکان حزب اللہ کی تشکیل کی ہے یہ تو ظاہر ہی ہے کہ جب پوری نبرد آزما قوم کے افراد اور علماء دین محاذ جنگ پر جانے کے لیے آمادہ ہوں گے تو رجعت پسند عرب حکومتوں کی دھمکیوں، امریکہ کی اشتعال انگیز حکمت عملی اور عالمی استکبار کے غیظ وغضب کا ایسا دندان شکن جواب دیا جاسکے گا کہ ان کے حوصلے مستقبل میں ہمیشہ کیلئے پست ہوکر رہ جائیں گے۔

ایران کے اسلامی انقلاب جیسی محکم کوئی دوسری تحریک ابتک پوری دنیا میں کہیں بھی منظرِ عام پر نہیں آئی

پاکستان سے ہفتہ وار اخبار "مسلم" انگریزی زبان میں شائع ہوتا ہے۔ اس اخبار نے ایران کے اسلامی انقلاب کی کمیّت وکیفیت کے بارے میں لکھتے ہوئے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ انقلاب کلّی طور پر اپنی نظیر آپ ہے۔ وہ اس انقلاب کے بارے میں مزید لکھتا ہے کہ یہ انقلاب جو عوام کی تحریک کے ذریعے علماء دین کی قیادت میں وقوع پذیر ہوا اپنی نوعیت کے اعتبار سے بے مثال ہے۔

ہفتہ وار "مسلم" اخبار نے اپنے اس نظریے کی توجیہہ پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۱۷۸۹ء کے انقلاب فرانس سے ۱۹۵۰ء کے انقلاب چین تک کوئی بھی ایسا انقلاب رونما نہیں ہوا جس کی بنیاد اس قدر وسیع پیمانے پر رکھی گئی ہو۔ ان انقلابات میں سے کوئی بھی انقلاب ایسا نہ تھا جس نے تمام انسانوں کو اس طرح فرسودہ نظام کے خلاف آمادہ کیا ہو۔

خبروں کے مرکزی یونٹ کی اطلاع کیمطابق اس مضمون کے دوسرے حصے میں کہا گیا ہے اگرچہ انقلاب کے رہنماؤں کو ان تمام گروہوں کا مقابلہ کرنا پڑا جو اس بات پر مصر تھے اور سخت دباؤ ڈال رہے تھے کہ اسلامی اصول وروابط سے توجّہ ہٹا کر قدیم نظام حکومت کو کامیابی کیساتھ برقرار رکھیں۔ لیکن اسلامی انقلاب نے ان تمام سختیوں کا تنہا مقابلہ کیا اور جدید اجتماعی نظام کی محکم بنیاد قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔

اس ہفتہ وار اخبار نے انقلاب کے بعد دیگر ممالک سے تعلقات کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔ ایران کے اسلامی انقلاب کی قیادت اگرچہ امریکہ کے لئے ناقابل برداشت ہے لیکن وہ ممالک جو یہ کوشش کررہے ہیں کہ اپنے استقلال کی بنیادیں مستحکم کریں اور غیر ملکی تسلّط کا جُوا اتار پھینکیں وہ ایران کے ساتھ گہرے سیاسی تعلقات قائم کرنا اپنے لئے بہت آسان سمجھتے ہیں

یہاں اس ضمن میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ہمارے دور میں سیاسی جغرافیے کی واقعیت نے نیا رخ اختیار کیا ہے چنانچہ اس تبدیلی کی وجہ سے روس میں ایک طرح کی بے چینی پائی جاتی ہے اور اسی لئے یہ ملک اپنی گذشتہ معاندانہ روش سے اجتناب کرتے ہوئے اب مجبور ہوا ہے کہ اپنی غلط حکمت عملی میں ترمیم کرے۔

دورِ گذشتہ میں ایران امریکہ کے زیرِ تسلّط تھا لیکن آج اس کا شمار اس حیثیت سے ہوتا ہے کہ اس کی مستقبل اسلامی حکمتِ عملی ہے اور اس اعتبار سے وہ ایک زندہ پیکر کے مانند موجود ہے۔ اس کی یہ حکمت عملی عام مسلمانوں اور خاص طور پر تیسری دنیا کی اقوام کے لئے تحریک کا موجب اور افتخار کا باعث ہے چنانچہ اس نے اسلامی زندگی کی راہ وروش اختیار کرکے کروڑوں ڈالر کی رقم کو ناجائز طور پر تلف

ہونے سے بچالیا ہے۔

محاذِ جنگ کے جنوبی حصے پر جو حال ہی میں حملہ ہوا تھا اس نے ثابت کر دیا ہے کہ ایران تمام سختیاں برداشت کرنے کے باوجود اور چھ سال تک جنگ جاری رکھنے کے بعد آج بھی فوجی حیثیت سے گذشتہ ہر دور کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور طاقتور ہے۔

اسی جنگ میں ایران کے اسلامی جہاد کے نظریے کو بھی پیش کیا گیا جس نے ثابت کر دیا کہ عوام کتنی بڑی فوجی طاقت ہیں۔

ہفتہ وار "مسلم" اخبار نے مزید لکھا ہے: اسلامی انقلاب کے وقوع پذیر ہونے کے بعد دنیا نئے دور میں داخل ہو گئی ہے اور دنیا کی جغرافیائی وضع و کیفیت دگرگوں ہو چکی ہے چنانچہ ہزاروں سال کی غفلت اور گمنامی کے بعد آج ایران میں زندگی کی نئی لہر دوڑتی نظر آتی ہے اور تجدید حیات کے اس دور میں اس کی ایک نمایاں حیثیت ہے۔

یورپ کے اقتصادی اجتماع کی جانب سے کیمیاوی اسلحہ استعمال کئے جانے پر عراق کی مذمت

تہران: خبر گزاری جمہوری اسلامی کی اطلاع کے مطابق ایران کے خلاف جنگ میں چونکہ عراق نے کیمیاوی اسلحہ استعمال کیا ہے اس لیے یورپ کے اقتصادی اجتماع (ECONOMIC SOCIETY) نے اس کے اس اقدام کی مذمت کی ہے۔

یورپ کے اقتصادی اجتماع کی جانب سے عراق کی مذمت اس وقت کی گئی جبکہ اقوام متحدہ کی جانب سے مقرر کردہ تحقیقاتی وفد نے نتائج اخذ کر کے اس بات کی تصدیق کر دی کہ عراق نے اُن کیمیاوی اسلحہ کا استعمال کیا ہے جنھیں بین الاقوامی سطح پر ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔ موجودہ وقت میں یورپ کے اقتصادی اجتماع کی صدارت کا مقام ہالینڈ کو حاصل ہے چنانچہ اس ملک کی وزارت خارجہ نے صدارتی اختیارات کے دائرہ عمل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ وہ تمام ممالک جو یورپ کے اقتصادی اجتماع کے رکن ہیں اُن کیمیاوی اسلحہ کے استعمال کئے جانے پر سختی سے مذمت کرتے ہیں جن کا ذکر اقوام متحدہ کی روداد میں کیا گیا ہے۔

یورپ کے اقتصادی اجتماع نے اپنے حالیہ جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ وہ اس بات کا متمنی ہے کہ جن کیمیاوی اسلحہ کو ۱۹۲۵ء کے جینوا عہد نامے میں ممنوع قرار دیا گیا ہے انہیں اس عہد نامے کا پاس کرتے ہوئے استعمال نہ کیا جائے مذکورہ بیان میں کہا گیا ہے کہ یورپ کے اقتصادی اجتماع کے بارہ اراکین ممالک اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ ایسا کوئی ممکن حل تلاش کرنے کی کوشش کی جائے جس کی رو سے بین الاقوامی سطح پر ایسے عہد و پیمان کا وجود عمل میں آئے جو کیمیاوی اسلحہ کے استعمال کو قطعی طور پر ممنوع قرار دے۔

● ● ● ● ●

بقیہ: صحیح جوابات

پانچ جنگی طیارے عراق کو سپلائی کئے تھے ان میں سے دو طیاروں کو سپاہیان اسلام نے نابود کر دیا اور باقی تین طیارے فرانس نے عراق سے واپس لے لئے کیونکہ عراقی فضائیہ میں ان طیاروں کے استعمال کی صلاحیت نہ تھی۔

۱۲۔ ہندی ہندوستان کی قومی اور سرکاری زبان ہے۔ اس کے علاوہ اردو، انگریزی، گجراتی، مراٹھی، سنسکرت اور دوسری علاقائی زبانیں بھی ہیں لیکن ان تمام زبانوں میں اردو کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ یہ ہندوستان کے ہر علاقے میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔

۱۳۔ ہندوستان کے صوبہ بہار میں اردو کو دوسری سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔

۱۴۔ انقلاب اسلامی عراق کے قائد عظیم الشان کا نام آیت اللہ محمد باقر الصدر تھا۔ ظالم صدام نے انہیں اور ان کی ہمشیرہ بنت الہدیٰ کو انتہائی بے رحمی کے ساتھ شہید کر ڈالا۔ اس کا خیال تھا کہ آیت اللہ صدر کی شہادت کے بعد انقلاب اسلامی عراق کا کام تمام ہو جائے گا مگر اس کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکا اور اس وقت عراقی عوام بعثی جلادوں کے خلاف انقلابی سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں۔